تفسیر قرآن پر معتزلہ کے اصول خمسہ کے اثرات کا علمی جائزہ

THE IMPACT OF "USOOL E KHAMSA" OF MU'TAZELAON THE INTERPRETATION OF THE HOLY QURAN: A SCHOLARLY REVIEW

حافظ امیر نواز خان*

ڈاکٹر عرفان اللہ**

DIO:_10.6084/m9.figshare.4308815
Link: https://dx.doi.org/10.6084/m9.figshare.4308815.v1

ABSTRACT:

In the era of Uthman R.A., there were certain factions which caused uprisings him and caused further division in the ummah after his martyrdom. As a result, various political groups emerged. His phenomenon of emergence of new groups, however, was not restricted to politics alone and the system of belief was also not immune from this. There started to appear the groups who interpreted the Holy Quran according to their own ideas and beliefs (rather than the sunnah of the Prophet Muhammad ﷺ). The majority of Muslims, Ahlus Sunnah wal Jama'ah followed the path of the messenger (Sunnah) and the companions (Jama'ah). However, a faction sought salvation for themselves in cursing the companions (a matter strongly prohibited by the messenger of Allah ﷺ), and some interpreted the Holy Quran through their limited intellect (not realizing the weakness in their own levels of intellect and preferring it over the timeless Sunnah of the messenger ﷺ). Accordingly, various interpretations of Quran started to float around. The different factions in the early centuries of Islam not only compiled exegesis or Quran representing their respective schools of thought but also compiled certain principles which they used in their compilation and interpretations of Tafseer. One of such groups, the Mu'tazela, believed in the five principles of writing the exegesis, called "Usool Al Khamsa". These were the principles that they used in how they interpreted the Holy Quran. The verses that did not fit their system of

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ و تحقیق، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں برقی پتا:amirnawazkhan@gmail.com

**اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ و تحقیق، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں برقی پتا:ghunza_2011@yahoo.com

belief, they provided alternate explanations to them according to these principles putting their intellect (which often appears flawed in many cases) above the Sunnah of messenger of Allah ﷺ. In this article, introduction of Mu'tazela, their historical background, their beliefs, their "Usool Al Khamsa", the causes of decline and the impact of their "Usool Al Khamsa" on the tafseer studies is reviewed in a scholarly manner.

KEYWORDS: Uprising,Martyrdom,Rational,Interpretation,Salvation.

کلیدی الفاظ: اعتزال، شہادت، عقلی تشریح، نجات.

تعارف:

تفسیر اور مفسرین کا چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ایک مخصوص کتاب کی مختلف النوع تفاسیر کا انداز اور اسلوب بالکل جدا جدا ہے۔ محسن ہندوپاک امام فخر الدین رازی کی "تفسیر کبیر" میں فلسفہ اور ریاضی کی جھلک، جب کہ علّامہ آلوسیؒ کی "روح المعانی" فلکیات، علم نحو اور حکمت کا شہ پارہ معلوم ہوتا ہے۔علّامہ ابن کثیرؒ نے "تفسیر القرآن العظیم" میں روایات اور آثار کا ایک انسائیکلوپیڈیا تیار کیا ہے۔

تفسیر پر مسلمانوں کے سیاسی، گروہی اور مسلکی اختلافات سے پیدا شدہ اثرات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد امت مسلمہ کا شیرازہ بکھرنے لگا۔دوسرے فرقوں کی طرح معتزلہ نے بھی جنم لیا۔یہ ایک اعتقادی فرقہ تھا اوراپنے عقائد و نظریات کی پرچار کے لئے تفسیر میں اپنے اصولِ خمسہ کا استعمال کیا۔معتزلی تفاسیر میں صفاتِ باری تعالیٰ کی تاویلات، دیدارِ الٰہی کا انکار، افعال العباد خود انسان کی ایجاد، مسئلہ خلقِ قرآن، شریعت اسلامی میں عقل پرستی کی انتہاء، جادو اور سحر کا بے تاثیر ہونا، منکرات کے خلاف مسلح جدوجہد کا وجوب ان ہی اصولِ پنجگانہ کا اثر ہے۔

قرآن مجید افصح العرب حضرت محمد ﷺ کے زندہ و تابندہ معجزات میں سر فہرست ہے۔فرقان حمید کی صدری اور کتابی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔قرآن مجید کی کماحقہ حفاظت وصیانت میں تفسیر کا کردار اظہر من الشمس ہے۔تفسیر اس علم کا نام ہے جس کی مدد سے قرآن کریم کے مطالب اور معانی معلوم کئے جاتے ہیں اور اس میں موجود احکام و مسائل اور اسرار و حکم سے بحث کی جاتی ہے۔[۱]

آج تک دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم اور تفاسیر لکھی جا چکی ہیں۔دورِ رسالت سے لے کر آج تک قرآن مجید کی بے شمار بیش بہا تفاسیر معرضِ وجود میں آچکی ہیں اور تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا کیوں کہ قرآن مجید مطالب و مفاہیم کا بحرِ بے کراں ہے۔محدث طبرانی حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں:

" اس کتاب کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ بار بار پڑھنے کے باوجود یہ کتاب پرانی نہیں ہو گی۔"[۲]

قرآن مجید کی تفسیر میں دوسرے پہلوؤں کی طرح مسلمانوں کی سیاسی اور مذہبی انتشار کی جھلک بھی واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے فوراً بعد ۳۷ھ سے امتِ مسلمہ کا شیرازہ رفتہ رفتہ بکھرنے لگا۔ مختلف اعتقادی، سیاسی اور مسلکی اختلافات اور گروہوں نے جنم لینا شروع کیا۔ ان فرقوں میں سے ایک قابلِ ذکر اعتقادی فرقہ "معتزلہ" بھی ہے۔

معتزلہ کے متعلق شیخ الاسلام احمد بن عبد الحلیم المعروف امام ابن تیمیہؒ (۷۲۸ھ) کی یہ گواہی کافی ہے:

"ان لوگوں نے پہلے ایک رائے قائم کی پھر قرآنی آیات کو ان پر چسپاں کر دیا۔ ایسے کام کی مثال نہ صحابہؓ میں تھی اور نہ تابعینؒ میں اور نہ ائمہ مسلمین میں۔"۔[۳]

زیر نظر طالب علمانہ کاوش "تفسیر قرآن مجید پر معتزلہ کے اصولِ خمسہ کے اثرات" کا تحقیقی جائزہ پیشِ خدمت ہے۔

سب سے پہلے معتزلہ کے تاریخی پس منظر پر بحث کی گئی ہے۔ ان کے اصولِ خمسہ پر مختصراً روشنی ڈالی گئی ہے اور پھر ان اصولِ پنجگانہ کی تفسیر پر مرتب اثرات پر مفصل قلم اٹھایا گیا ہے۔ وباللہ التوفیق وھو خیر الرفیق۔

معتزلہ کا تاریخی پس منظر (Historical Background):

حضرت عثمان ذوالنورینؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں مختلف فرقوں نے جنم لینا شروع کیا۔ یہ فرقے اعتقادی، سیاسی اور مسلکی بنیادوں پر معرضِ وجود میں آنے لگے۔ اعتقادی اختلافات کی سب سے بڑی وجہ قرآن مجید کی متشابہ آیات اور ان سے اخذ و استنباط کے طریقوں میں فرق تھا۔ عقائد کے متعلق یہ اختلاف جوہری اور بنیادی نہیں تھا بلکہ اصل عقائد سے متعلق فروعات کی بنیاد پر تھا۔

ان اعتقادی فرقوں میں ایک قابل ذکر " فرقہ معتزلہ" بھی ہے۔ معتزلہ کا لفظ عزل کے مادہ سے ہے جس کے معنی جدا ہونا، علیحدہ ہونا کے ہیں۔[۴] اس فرقے کا تاریخی پس منظر بھی اسی قدر مختلف اور متنازع ہے جس قدر اس میں مختلف دھڑے۔ معتزلی لوگ عقل پسند اور خوب سوچ و بچار کے عادی تھے، جس کی وجہ سے تقلید ان کی خمیر میں موجود نہیں تھا۔ نتیجتاً یہ فرقہ بہت سے ذیلی فرقوں میں بٹ گیا۔ معتزلہ کے چند مشہور فرقوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔واصلیہ ۲۔العمریہ ۳۔الہذیلیہ ۴۔النظامیہ ۵۔المعمریہ ۶۔البشریہ ۷۔الثمامیہ ۸۔الہشامیہ ۹۔المرداریہ ۱۰۔الجعفریہ ۱۱۔الاسواریہ ۱۲۔الاسکافیہ ۱۳۔المویسیہ ۱۴۔الصالحیہ ۱۵۔الجاحظیہ ۱۶۔الشحامیہ ۱۷۔الخیاطیہ ۱۸۔الج

بائیہ ۱۹۔ الکعبیہ ۲۰۔ الخائطیہ والحدشیہ۔[۵]

معتزلہ کی ابتداء کے متعلق مندرجہ ذیل دوروایات پائی جاتی ہیں۔

(الف) سبطِ رسول حضرت حسنؓ جب کاتبِ وحی حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوئے تو حضرت علیؓ کے ساتھیوں میں سے ایک جماعت سیاست سے کنارہ کش ہوگئی اور ان کی سرگرمیاں عقائد تک محدود ہوگئیں۔ان کا برملا نعرہ تھا" ہمیں صرف علم اور عبادت سے سروکار ہے۔" اوریوں معتزلہ کی بنیاد پڑ گئی۔[٦]

(ب) آٹھویں صدی ہجری کی بات ہے کہ ایک دن حضرت حسن بصریؒ (۱۱۰ھ) بصرہ کی مسجد میں درس دے رہے تھے۔اس درس میں واصل بن عطاء(۱۳۱ھ) بھی بیٹھے ہوئے تھے۔حسن بصریؒ مرتکبِ کبائر کے متعلق گفتگو کررہے تھے۔واصل بن عطاء نے حسن بصریؒ سے اس مسئلے میں اختلاف کیا اور درس سے اٹھ کر علیحدہ ایک کونے میں بیٹھ گئے۔حسن بصریؒ بولے اعتزل عنّا۔وہ ہم سے جدا ہوگئے ہیں۔[۷]

لیکن یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ واصل بن عطاء نے اس فرقے کو باضابطہ شکل وصورت دیا اور اس کی جڑوں کو پختگی بخشی۔

معتزلہ کی وجہ تسمیہ:

معتزلہ کے وجہ تسمیہ میں تو وجوہ تو وہ ہیں جو اوپر مذکور ہوئے لیکن ایک تیسری وجہ تسمیہ بھی ہے جس کو ایک مستشرق نے بیان کیا ہے۔معروف مستشرق گولڈ زیہر کا خیال ہے کہ ان لوگوں کے شیوخ اولین واصل بن عطاء، عمر بن عبید، جعفر بن حرب اور جعفر بن جعفر بن مبشر دنیا اور اہلِ دنیا سے الگ تھلگ رہتے تھے۔زہد اور تقشف کی اس زندگی کی وجہ سے یہ نام مشہور ہوا۔گویا یہ نام غیروں کا دیا ہوا نہیں بلکہ خود ان کا اختیار کیا ہوا ہے۔[۸]

معتزلہ کے عروج اور زوال کی کہانی:

دنیا میں زندہ رہنے کے لئے کسی کا سہارا لینا پڑتا ہے۔اسی اصول کے مد نظر معتزلہ نے بھی ایوانِ اقتدار کا دروازہ کھٹکھٹایا۔عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور کے دور سے یہ فرقہ ابھرنے لگا۔لیکن خلیفہ مہدی بن منصور کے زمانے میں ان کی آواز دبا دی گئی۔خلیفہ ہارون رشید کے دور (۱۷۰ھ۔۔۔۱۹۳ھ) میں معتزلہ نے سکھ کا سانس لیا اور تابناک مستقبل کا آغاز کیا۔خلیفہ امین الرشید پر مذہب کے غلبے کی وجہ سے ایک بار پھر معتزلہ زیرِ زمین چلے گئے۔امین الرشید کے بعد تخت پر خلیفہ مامون رشید مسند نشین ہوئے۔مامون علم وفلسفہ کا شوقین تھا۔مناظرے اور مباحثے اس کا من پسند مشغلہ تھا۔لہٰذا وہ معتزلہ کا ہمنوا بن گیا۔اسی کے دور میں ۲۱۲ھ میں عقیدہ خلقِ قرآن کا باضابطہ اعلان کیا

گیا۔ عہد معتصم میں بھی معتزلہ کی مکمل حمایت جاری رہی۔ امام احمد بن حنبلؒ پر خلقِ قرآن کی وجہ سے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ دئے گئے۔ خلیفہ واثق بھی کٹر معتزلی تھا۔ اس نے اعتزال کے سلسلے میں دوسروں کو کافی پیچھے چھوڑا۔ خلیفہ متوکل پابند شریعت انسان تھے۔ اس نے معتزلہ کو مردودِ دربار ٹھہرایا۔ اس طرح ۲۳۲ھ سے معتزلہ کا باقاعدہ زوال شروع ہوا۔ معتزلہ کے تابوت میں آخری کیل اس وقت ٹھونک دی گئی۔ جب ابوالحسن اشعری (۳۲۴ھ) نے اعتزال سے عزل اختیار کیا اور معتزلہ کے سقوط اور انہدام کو زندگی کا نصب العین بنایا۔[٩]

تحریکِ معتزلہ کی ناکامی کے اسباب:

- عقلی مسلک کو بزورِ شمشیر نافذ کرنا چاہا، مخالفین کو عبرتناک سزائیں دیں۔
- تعبیری اور تشریحی اختلاف کو کفر و اسلام کا اختلاف بنا ڈالا۔
- مسائل کے استنباط میں قرآن و حدیث کی نصوص کی بجائے عقلیت کو زیادہ اہمیت دی۔
- نہ صرف محدثین کا مذاق اڑایا بلکہ حجیتِ حدیث کا جزوی انکار کر ڈالا۔
- معتزلہ کے مدمقابل محدثین حضرات ان سے اعمال و کردار میں کافی آگے تھے۔ لوگوں کے دلوں پر راج کرنے والی ہستیاں تھیں جب کہ معتزلہ کا اثر و رسوخ صرف دربار تک محدود تھا، عوامی پذیرائی کی طاقت سے محروم تھے۔
- معتزلہ کے مقابلے میں اشاعرہ اور ماتریدیہ دفاعِ مسلک کی خاطر یونانی علوم و فنون سے مسلح ہونے لگے۔ امام غزالیؒ، امام رازیؒ اور امام ابنِ تیمیہؒ نے مسلک اعتزال پر کڑی تنقید کی۔[١٠]

معتزلہ کے اصولِ خمسہ (Five Basic Principles):

معتزلہ کے اصول پنجگانہ کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے اسلام میں ارکانِ خمسہ۔ علمائے معتزلہ کا اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ ان پانچ اصولوں کے بغیر کوئی معتزلہ نہیں ہو سکتا۔ اعتزال کے تمام احکامات اور اعمال کا مدار یہی پانچ اصول ہیں۔ ابوالحسین خیاط اپنی کتاب "الاختصار" میں ان اصول خمسہ کے متعلق لکھتے ہیں:

"جب تک کسی انسان میں یہ پانچ اصول موجود نہ ہو اس وقت تک وہ معتزلی کہلانے کا مستحق نہیں ہے"۔"

معتزلہ کے اصول خمسہ مندرجہ ذیل ہیں:

(١) توحید (٢) عدل (٣) وعد اور وعید (٤) المنزلہ بین المنزلتین (٥) امر بالمعروف و نہی عن المنکر

پہلا اصل: توحید (Devine Unity)

یہ فرقہ معتزلہ کا جوہر اور خلاصہ ہے۔امام ابو الحسن اشعریؒ (۳۲۴ھ) اپنی کتاب "مقالات الاسلامیین" میں معتزلہ کے مذہب کے متعلق تحریر کرتے ہیں؛

"اللہ ایک ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ⑪ (الشوریٰ: ۱۱)

" اللہ کا جسم ہے نہ صورت، نہ خون اور نہ گوشت، نہ اس کا جوہر ہے نہ عرض، وہ رنگ اور بو جیسی انسانی صفات سے پاک ہے۔ نہ چھوا جاسکتا ہے نہ ناپا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالی مختلف جہات میں سمائے ہوئے ہیں۔ اس پر فناطاری ہوسکتی ہے نہ اس میں کوتاہی اور کمی آسکتی ہے"۔[۱۲]

معتزلہ کے مشہور امام ابوالہذیل علاف (۲۳۵ھ) اللہ تعالیٰ کے صفات کی متعلق کہتے ہیں: خدا کی صفات اس کی ذات کا جزو ہے یہ صفات عینِ خدا ہے، روئیتِ خداوندی نہ اس دنیا میں ممکن ہے اور نہ آخرت میں انسانی آنکھوں سے دیکھا جاسکے گا۔ دیدارِ الٰہی کی وجہ سے اللہ کے لئے جہات ثابت ہوتی ہے، جو جائز نہیں ہے۔[۱۳]

ابو الحسن اشعریؒ مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہے کہ معتزلہ کا یہ خیال ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے تمام مذکورہ صفات مثلاً سمع، بصر، علم، ہاتھ، رضامندی اور استواء وغیرہ ایجابی معنی میں استعمال کرنا صحیح نہیں ہے تمام کے تمام صفات سلبی معنوں میں لینی چاہئے کیونکہ اللہ کے لئے اعضاء اور جوارح یا جہات وغیرہ ثابت کرنا مناسب نہیں ہے۔[۱۴]

دوسرا اصل: عدل (Devine Justice)

یہ معتزلہ کا دوسرا اصل ہے۔ ان لوگوں نے صفاتِ خداوندی میں اپنی طبع آزمائی کی اور اللہ تعالیٰ کے عدل کو انسانی عدل پر قیاس کرڈالا۔ مشہور مؤرخ مسعودی اپنی کتاب "مروج الذہب" میں اصولِ عدل کے متعلق رقمطراز ہیں:

"عدل کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی فساد نہیں چاہتے نہ اس نے بندوں کے افعال کو پیدا کیا ہے۔ لوگ اللہ کے حکم کو بجالاتے ہیں اور اس کی منہیات سے رک جاتے ہیں۔ نیکی کی توفیق اور برائی سے رک جانا سب اس قدرت کا نتیجہ ہوتا ہے جو اللہ نے بندوں کو بخشی ہے۔ ہر نیکی اللہ کی پسندیدہ اور ہر برائی اس کی مبعوض ہے۔ ہر چیز کا مالک ہے دے سکتا ہے تو چھین بھی سکتا ہے۔ اللہ تعالی اس بات پر قادر ہے کہ وہ بندوں کو اپنی اطاعت پر مجبور کردے اور کوئی گناہ کا نام بھی نہ لے لیکن اس طرح بندوں کی آزمائش کا مقصد فوت ہوجاتا۔[۱۵]"

اصولِ عدل درحقیقت فرقہ معتزلہ کے اس نظریے کا جواب تھا کہ بندہ اپنے افعال کا مختار نہیں بلکہ وہ مجبور ہے لہذا اسے اعمال کے سلسلے میں ذمہ دار ٹھہرانا سراسر ظلم وزیادتی ہے۔ معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ بندہ اپنے افعال

کا خود خالق ہے اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کے خالق نہیں ہیں۔ انسان اپنے اچھے اور برے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ افعال العباد کی نسبت اللہ کی طرف کرنا توہینِ خداوندی کے مترادف ہے۔[۱۶]

تیسرا اصول: وعد اور وعید (Promise & Threat)

یہ معتزلہ کا تیسرا بنیادی عقیدہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وعد اور وعید ضرور واقع ہوں گے یعنی اللہ نے جو ثواب کا وعدہ کیا ہے۔ وہ لازماً ملے گا اور سزا کی دھمکی بھی ضرور پوری ہو گی۔ قبولیتِ توبہ کا وعدہ بھی یقیناً پورا ہو گا۔ نیکوکار جزا پائے گا اور بدکار کو سزا کا سامنا کرنا ہو گا۔ گناہِ کبیرہ بلا توبہ معاف نہیں ہوتے اسی طرح نیکی کرنے والا جزا سے محروم نہیں رہتا۔ اس اصول میں فرقہ مرجیہ کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے جن کا خیال ہے کہ ایمان کی موجودگی میں معصیت سے کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ پھر اللہ کے وعد اور وعید کا کیا مطلب؟۔[۱۷]

چوتھا اصول: المنزلۃ بین المنزلتین (The Intermediate Position)

یہ معتزلہ کا چوتھا عقیدہ ہے۔ اس کی وضاحت اس فرقے کے بانی اور مبانی واصل بن عطاء (۱۳۱ھ) ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"ایمان نیک اعمال سے عبارت ہے۔ مومن ایک توصیفی نام ہے۔ فاسق میں خصالِ خیر جمع نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا وہ اس نام کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ لیکن اسے کافر بھی نہیں قرار دیا جا سکتا کیونکہ وہ کم از کم کلمہ گو ہے۔ اگر وہ اس دنیا سے بغیر توبہ کے رخصت ہو جائے تو وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ آخرت میں صرف دو فریق ہوں گے ایک جنت میں دوسرا جہنم میں۔ البتہ اس کی سزا کافر کی نسبت کچھ کم ہو گی۔[۱۸]"

پانچواں اصول: امر بالمعروف و نہی عن المنکر (Advocating the Good & Forbidding the Evil)

یہ معتزلہ کے اجماعی اصولوں میں سے پانچواں اصول ہے۔ معتزلہ کے مطابق اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کی خاطر امر بالمعروف و نہی عن المنکر سب مؤمنوں پر واجب ہے۔ مسلمانوں میں فساد پھیلانے والے اور حق کو باطل سے ملانے والے عناصر کا راستہ روکنا امت کا فریضہ ہے۔ ان کا یہ پختہ نظریہ تھا کہ اپنے عقائد و نظریات کو طاقت سے تسلیم کروانا نہ صرف جائز بلکہ لازمی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ (۲۴۳ھ) پر کئے گئے مظالم اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ معتزلہ نے امامت کے لئے قریشی کی شرط کا انکار کیا اور صحیح مسلم کی کتاب الامارۃ کی حدیث کو خبر واحد کہہ کر ردّ کیا۔ معتزلہ کے مطابق ظالم حکمران کے خلاف مسلح بغاوت کرنا ایک سچے مسلمان کی علامت ہے۔[۱۹]

تفسیر پر معتزلہ کے اصولِ خمسہ کے اثرات:

فرقہ معتزلہ کے متبعین عقل پرست قسم کے لوگ تھے۔ ان کی تحقیق اور اصول وقت کے ساتھ ساتھ

آگے بڑھ رہے تھے آخر کار ان کے تمام نظریات کا نچوڑ ان پنجگانہ اصولوں میں منحصر کر دیا گیا۔ معتزلہ کے دیگر عقائد اور نظریات کی طرح تفسیر میں بھی یہ پانچ اصول روزِ روشن کی طرح دیکھے جاسکتے ہیں۔ تفسیر پر ان اصولوں کے مرتب اثرات مندرجہ ذیل ہیں:

اصولِ توحید کے اثرات:

معتزلہ بزعمِ خود اپنے آپ کو اہل العدل والتوحید سمجھتے ہیں۔ انہوں نے صفات باری تعالیٰ کی نفی کی۔ ان کے مطابق اللہ کے صفات اس کی عین ذات ہے۔ صفات کو ذات سے جدا کرنے میں دو خداؤں کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی آیاتِ مبارکہ میں مذکور صفات مثلاً ہاتھ، آنکھ، استواء اور چہرے کی ان لوگوں نے عجیب فلسفیانہ تاویلات پیش کیں۔

صفاتِ باری تعالیٰ کی تاویلاتِ فاسدہ:

(الف) بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ۭ (المائدۃ:٦٤) ” بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔“

اس آیت میں دونوں ہاتھوں سے حقیقی ہاتھ مراد لینا ٹھیک نہیں بلکہ اللہ کی سخاوت اور فیاضی مراد ہے۔ علامہ زمخشری فرماتے ہے۔

” غل الید وبسطها مجاز عن البخل والجود۔[٢٠]

(ب) وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ (الرحمٰن:٢٧) ”اور تیرے رب کا چہرہ باقی رہے گا۔“

آیت میں بقول معتزلہ وجہ (چہرہ) سے اللہ کی ذات اطہر مراد ہے۔ تفسیر کشاف سے ثبوت حاضر ہے:

” والوجه يعبر بها لجمل هو الذات۔[٢١]“

(ج) وَلِتُصْنَعَ عَلٰي عَيْنِيْ ۝ (طہٰ:٣٩) ”اور تاکہ تو میری آنکھوں کے سامنے پرورش پاسکے۔“

اس میں آنکھوں کا حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ عینی کا لفظ اللہ کے علم کی ترجمانی کر رہا ہے۔[٢٢]

(د) قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۭ (ص:٧٥)

اس آیت مبارکہ میں 'ید' سے مراد اللہ کی قدرت کاملہ ہے۔ روزمرہ زندگی میں بھی اافعالِ قلوب میں کہتے ہیں کہ یہ سب تیرے ہاتھوں کا کیا دھرا ہے۔[٢٣]

(ھ) وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ (البقرہ:٢٥٥)

آیت مبارکہ میں کرسی کا حقیقی معنی مراد لینے میں اللہ کے لئے جسم ثابت کرنا ہے۔ اسی وجہ سے معتزلہ

اس کی تاویل کرتے ہیں۔علامہ زمخشری نے اس کے ضمن میں چار وجوہ بیان کی ہے۔

" وسع کرسیّھایوسع علمھاووسع ملکہ۔[۲۴] "

(و) اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴿۵﴾ (طٰہٰ:۵)

قرآن مجید میں استواء علی العرش کے الفاظ سات سورتوں میں ذکر کئے گئے ہیں۔معتزلہ کے مطابق استواء علی العرش سے قبضہ اور غلبہ حاصل کرنا مراد ہے۔تفسیر کشاف میں عربی لغت کا سہارا لے کر تاویل پیش کی گئی ہے۔عربی محاورہ ہے؛ استوٰی فلان علی العرش یریدون ملک۔عربی میں کہتے ہیں۔

" استوٰی بشر علی المدینۃایغلب۔[۲۵] "

دیدارِ الٰہی کا انکار:

معتزلہ نے توحید کی آڑ میں صفات خداوندی کی فلسفیانہ تشریح کی ہے۔اللہ تعالیٰ کے بارے میں جہات،صفات اور جسمیت کا صاف انکار کیا ہے۔جن آیات مبارکہ میں اس قسم کا بیان آیا ہے وہاں عربی لغت یا قرآءۃ متواترہ کا سہارا لے کر تاویل کر دی گئی ہے۔رؤیت خداوندی کے متعلق مروی احادیث کو خبر واحد قرار دے کر نا قابل حجت قرار دیدیا گیا۔دیدار الٰہی کے انکار میں معتزلہ یہ آیات جلیلہ پیش کرتے ہیں۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (الانعام:۱۰۳) اور قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ ﴿۱۴۳﴾ (الاعراف:۱۴۳)[۲۶]

اس ضمن میں مذکور آیات کی تاویل کرنے کے لئے معتزلہ نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے؛

ا: تفسیر میں لغت کو اہمیت

قرآن مجید میں دیدار الٰہی کی وہ آیات جو ان کے عقائد اور نظریات سے متصادم ہوتی ہیں ان میں لغتِ عربیہ کا سہارا لیا گیا اور کسی لفظ کے ظاہری معنی کو ترک کر کے دور کا معنی لیا گیا۔دلیل میں قدیم عربی اشعار پیش کئے گئے۔دیدار الٰہی کے متعلق آیات اور معتزلہ کی تاویلات حسب ذیل ہیں:

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ (القیامہ:۲۲۔۲۳)

"کچھ چہرے اس روز بارونق ہوں گے۔اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔"

عَلَى الْاَرَآىِٕكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ (المطففین:۲۳) "تکیوں سے سہارا لئے اللہ کو دیکھ رہے ہوں گے۔"

معتزلہ نے بھنور سے چھٹکارا پانے کے لئے عربی لغت کی مدد لی ہے۔انہوں نے نظر کو امید اور توقع کے معنی میں لیا ہے۔علامہ زمخشری نے استشہاد کے طور پر یہ روزمرہ استعمال کیا ہے:

"انا الی فلان انظر ما یفعل بی۔"[۲۷]

۲: قرآءتِ متواترہ میں تصرف

صفاتِ خداوندی میں تاویلات کے لئے معتزلہ نے مختلف قرآءات کی مدد لی۔ قرآن مجید میں موسیٰؑ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا (النسآء:۱۶۴) "اور موسیٰؑ نے اللہ سے کلام فرمایا۔"

اس آیت کی توجیہ میں صاحبِ کشاف نے ابن عباسؓ کی ایک روایت کے حوالے سے اللہ کو منصوب پڑھا ہے۔ گویا موسیٰؑ کو فاعل قرار دے کر معاملہ برعکس کر دیا ہے۔[۲۸]

۳: خلقِ قرآن کا عقیدہ

معتزلہ نے جس انداز سے صفاتِ باری تعالیٰ کی وضاحت شروع کی تھی، اس کی وجہ سے وہ بار بار مختلف تشریحات کے محتاج بنے۔ قرآن مجید کو کلام اللہ کی بجائے مخلوق قرار دیا۔ خلقِ قرآن کے سلسلے میں معتزلہ جہم بن صفوان کے ہمنوا بن گئے۔ معتزلہ کا یہ موقف تھا کہ قرآن مجید کو کلام اللہ قرار دینے سے اللہ کے لئے صفات ثابت کرنی پڑے گی اور صفات کی وجہ سے اللہ کے لئے قدوم ثابت ہوتا ہے جس کے نتیجے میں دو خداؤں کا تصور ابھرتا ہے۔ قرآن مجید کے احکامات مختلف ادوار اور واقعات کے پس منظر میں نازل ہوئی ہیں۔ پھر یہ کیسے ممکن ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلسل کلام کیا ہو؟۔[۲۹]

موسیٰؑ کلیم اللہ کی اللہ سے ہمکلامی کی آیت کی تاویل معتزلہ نے اس طرح کی ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے بنفسِ نفیس کلام نہیں فرمایا بلکہ موسیٰؑ کے ارد گرد موجودات سے اللہ نے کلام تخلیق فرمایا اور پھر ان اشیاء نے موسیٰؑ سے کلام کیا۔

۲۔ صاحب کشاف نے اس آیت کی ذیل میں لغتِ عرب کا سہارا لیا ہے اور کلام کو "کلم" سے ماخوذ مان کر زخمی کرنے کے معنی میں لیا ہے۔[۳۰]

اصولِ عدل کے تفسیر پر اثرات:

معتزلہ نے نہ صرف صفاتِ خداوندی میں طبع آزمائی کی بلکہ اللہ تعالیٰ کے عدل کو انسانی عدل پر قیاس کر بیٹھے۔ صفات کے سلسلے میں عقلی قیاسات نے اور بہت سارے مسائل کو جنم دیا۔ معتزلہ نے اصولِ عدل کے ذریعے فرقہ جہمیہ کے اس خیال کو باطل ثابت کرنے کی کوشش کی کہ بندہ مجبورِ محض ہے اور بے اختیاری کے ہوتے ہوئے اسے عذاب دینا انصاف کے منافی ہے۔

معتزلہ کا موقف ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے اور اللہ کی دی ہوئی قدرت سے یہ افعال سرانجام دے سکتا ہے۔[۳۱]

اصولِ عدل کے کرشمے:

معتزلہ کے اصول عدل کی وجہ سے مندرجہ ذیل امور سامنے آگئے۔

۱: تقدیر کا انکار

اصول عدل کی بنیاد پر معتزلہ نے تقدیر کا انکار کرڈالا۔ان کا موقف تھا کہ عدل وانصاف کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کے ان اعمال کا حساب و کتاب لیا جائے جو اس نے ارادتاً کیے ہیں۔ مجبوری کی حالت میں کیے اعمال کی سزا دینا نامناسب ہے۔تقدیر کی نفی کرنے میں معتزلہ مندرجہ ذیل آیات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۔(حم السجدہ:۴۶) "اور تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے"۔

۲۔ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۔(النحل:۱۱۸)"اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا"۔

۳۔ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکھف:۲۹) "جو چاہے مومن بنے اور جو چاہے کفر اختیار کرے"۔

معتزلہ کہتے ہیں کہ ان آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انسان اپنے اعمال میں مختیار ہے، وہ اپنی مرضی کا مالک ہے۔اللہ نے اس کی تقدیر نہ پہلے لکھی ہے اور نہ لکھے گا۔انسانی کاموں میں اللہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے (معاذ اللہ)[۳۲]

۲: بندوں کے افعال خود ان کے ہاتھوں میں

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے انسانوں کو طاعت پر مجبور کیا ہے اور نہ ہی معصیت پر۔اللہ تعالیٰ کو شر اور گناہ ناپسند ہیں اسی لئے کسی فاسق کے لئے نہیں لکھے۔فرض کیا اگر اللہ تعالیٰ نہ لکھتے تو سزا نہ دیتے کیونکہ پھر انسان غیر مکلف ہوجاتا۔

معتزلہ اس کے لئے ان آیات سے استدلال کرتے ہیں؛

۱۔ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ (النسآء:۱۲۳)"جس نے بھی برائی کی اسے سزا دی جائے گی"۔

۲۔ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ (المومن:۱۷)"آج کے دن ہر اس شخص کو اس کے عمل کا بدلہ دیا جائیگا جو اس نے کیا ہو"۔

لیکن جب معتزلہ سے ان آیات کے متعلق استفسار کیا جاتا ہے جن میں اللہ کی طرف ہر چیز کی نسبت کی گئی ہے تو معتزلہ بے پر کی اڑاتے ہیں۔

۳: تولّدات کی بحث

بندوں کے ایک کام سے دوسرے کام معرضِ وجود میں آتے ہیں، اس کو تولّدات کہتے ہیں۔ مثلاً کسی نے ہوائی گولی چلائی اور کسی کی موت واقع ہو گئی۔ پتھر گرا دینے سے کسی کی جان چلی گئی۔ ان حالات میں ذمہ دار کون ہو گا؟ اس بارے میں ائمہ معتزلہ میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ بشر بن معتمر (۲۱۰ھ) ان متولدات کا فاعل انسان کو قرار دیتا ہے۔ ابو الہذیل علاّف (۲۳۵ھ) کا خیال ہے کہ انسان صرف اس کام کا ذمہ دار ہے جس کی کیفیت معلوم ہو۔[۳۳]

۴: نظریہ صالح واصلح

معتزلہ میں یہ بہتر اور بہترین کا اصول کہلاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف بھلائی کے کاموں کو پسند فرماتا ہے۔ وہ صرف اچھائی کا ارادہ کرتا ہے۔ نہ برائی کرتا ہے نہ برائی کو پسند کرتا ہے۔ بعض معتزلہ کا کہنا ہے کہ اللہ برائی کی طاقت ہی نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ پر یہ واجب ہے کہ وہ بندوں کی بھلائی کے لئے بہتر سے بہتر کام سرانجام دے۔ (نعوذ باللہ من ذٰلک)

بندوں کی تکلیف کے کام ان پر ظلم وزیادتی شمار ہو گی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں؛

وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔ (حم السجدہ:۴۶)۔

معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ انسانی مصلحتوں کو مدنظر رکھ کر افعال سرانجام دے۔ (معاذ اللہ)[۳۴]

۵: اچھائی اور برائی کا دارومدار عقل

اسی اصول کی بنیاد پر معتزلہ اور اس کے حواری آثار واحکام کو عقل کی وجہ سے باطل طور پر ردّ کرتے ہیں۔ معتزلہ کا خیال ہے کہ عقل تمام اشیاء کی اچھائیوں اور برائیوں کا ادراک کر سکتی ہے۔ سچائی اچھی ہے جھوٹ بری بات ہے۔ اس کے لئے شریعت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ عقل خود اس کا ادراک کر لیتی ہے۔

اس اصول کے تحت معتزلہ کے مندرجہ ذیل حقائق پیش خدمت ہیں۔

الف: عقل پرستی کی انتہاء

معتزلہ نے عقل پرستی میں باقی سب فرقوں کو مات دی۔ جس جس جگہ آیت کا انداز نرالا اور انوکھا دکھائی دیا وہاں معتزلہ نے مجازی معنی مراد لئے مثلاً؛

۱۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ (الاحزاب: ۷۲)

''ہم نے آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر امانت پیش کی۔''

۲۔ وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ (الاعراف: ۱۷۲) ''اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے اولاد نکالی۔''

ان آیات کو معتزلہ نے مجاز اور تمثیل پر محمول کیا ہے۔ حقیقی معنی مراد لینے میں صرف عقل کا پردہ رکاوٹ بنا ہوا ہے۔ معتزلہ کا خیال ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ پہاڑوں وغیرہ پر امانت پیش کی جائے یا پیٹھ سے اولاد پیدا کی جائے۔[۳۵]

ب: جادو اور سحر کی تاثیر کا کھلا انکار

عقل پرستی کی وجہ سے معتزلہ نے جادو اور سحر کو خرافات قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ پر جادو کے متعلق احادیث صحیحہ کی من گھڑت تاویل کی ہے۔ جادو اور سحر کے متعلق معتزلہ کا نقطہ نظر صاحب کشاف کی اس تفسیر سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً: ''نفاثات سے وہ جادوگر عورتیں اور گروہ مراد ہیں جو سحر کا پیشہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ان دھاگوں وغیرہ میں کوئی تاثیر نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ اس لئے بھی تاثیر پیدا کر دیتے ہیں تا کہ پتہ چلے کہ کون حق پر قائم رہتا ہے اور کون گمراہ ہو جاتا ہے۔''[۳۶]

اصولِ وعد اور وعید کے تفسیر پر اثرات:

معتزلہ کا یہ عقیدہ ہے کہ وعد اور وعید ایک دن ضرور واقع ہو گا۔ نیک لوگ جنت کے مستحق بن جائیں گے جب کہ بدکار لوگ جہنم رسید کر دیئے جائیں گے۔ کبائر بلا توبہ معاف نہیں ہوں گے۔ معتزلہ اس اصول کی دلیل میں یہ آیت پیش کرتے ہیں۔[۳۷]

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (الزلزال: ۷۔۸)

اصول منزلۃ بین المنزلتین کے تفسیر پر اثرات:

معتزلہ کے اس اصول کی وجہ سے فرقہ معتزلہ کی بنیاد پڑی ہے۔ معتزلہ کے بانی و مبانی واصل بن عطاء کہتے ہیں کہ اسلام اور کفر کے درمیان ایک اور مرتبہ بھی ہے اور وہ مرتکبِ کبائر کا ہے۔ ابن ابی الحدید (شیعہ) کا شمار معتزلہ کے اماموں میں ہوتا ہے۔ وہ اپنی کتاب ''شرح نہج البلاغہ'' میں اس اصول کی وضاحت کچھ یوں کرتے ہیں؛

''ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ مرتکب کبائر نہ مومن ہے نہ کافر۔ البتہ اس پر مسلم لفظ کا اطلاق جائز ہے۔ لیکن یہ صرف کافروں سے تمایز کے لئے ہے''[۳۸]

اس اصول میں معتزلہ نے خوارج کی موافقت کی ہے۔ خوارج مرتکب کبیرہ کو مخلّد فی النّار سمجھتے ہیں۔ ایمان کے متعلق خوارج و معتزلہ کا موقف یہ ہے کہ ایمان قول و عمل کا نام ہے جو نا قابلِ تقسیم اکائی ہے۔ نہ اس میں اضافہ ممکن ہے اور نہ کمی۔ ایک جزو ساقط ہو جانے پر سب کا سب ایمان ساقط ہو جاتا ہے۔[۳۹] معتزلہ کی دلیل یہ آیت مبارکہ ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۞ (النسآء:۱۳)

اصول امر بالمعروف و نھی عن المنکر کے تفسیر پر اثرات:

معتزلہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو امت مسلمہ کے ہر فرد کا اولین فریضہ سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کے لئے امت کا ہر فرد یہ فریضہ پورا کرے گا۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے متعلق معتزلہ یہ آیات بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (ال عمران: ۱۰۴)

معتزلہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں امر وجوب کے لئے استعمال ہوا ہے۔

معتزلہ امت مسلمہ کی امامت کے لئے امام کے قریشی ہونے کی شرط کے منکر ہیں۔ معتزلہ کا حدیث کے متعلق نقطہ نظر اس طرح ہے کہ خبر واحد حجّت نہیں ہے۔ لہٰذا امامت کے بارے میں صحیح مسلم کی کتاب الامارۃ کی حدیث کو خبر واحد قرار دے کر ردّ کر دیا گیا ہے۔[۴۰] امام اشعری اپنی کتاب "مقالات اشعری" میں لکھتے ہیں؛ معتزلہ کا یہ خیال ہے کہ ظالم حکمران کے خلاف مسلح بغاوت نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے۔ ظالم حکمران کو معتزلی عقائد اپنانے پر مجبور کیا جائے گا۔[۴۱]

خلاصہ:

معتزلہ نے نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کی قوت کو کمزور کیا بلکہ اہل علم کے لیے پریشانی کے باعث بھی بنے کہ اہل علم کی تمام تر توانائیاں ان کے ساتھ بحث و مناظروں میں صرف ہوئیں اور تفسیر و حدیث کی خدمت کی بجائے یونانی فلسفہ کی تیاری میں لگ گئے۔ اگرچہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو امام احمد بن حنبلؒ، ابو الحسن اشعریؒ اور امام ماتریدیؒ جیسے شہ سواران دیئے جنھوں نے نہ صرف معتزلہ کا ہر میدان میں مقابلہ کیا بلکہ تفسیر کے میدان میں ان کے اصول خمسہ کا بھی منہ توڑ جواب دیا۔

مراجع وحواشی:

[1] : تاریخ تفسیر ومفسرین (اردو) پروفیسر غلام احمد حریری۔ ص:۳۲ ۔ملک سنز تاجران کتب، فیصل آباد۔

[2] : محاضراتِ قرآنی، ڈاکٹر محمود احمد غازی۔ ص:۱٦۰۔ طبع جولائی ۲۰۰۴، الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار لاہور۔

[3] : مقدمہ فی اصول التفسیر (عربی)، علامہ ابن تیمیہؒ (۷۲۸ھ) ص:۱۱۔

[4] : المناوی، محمد عبد الرؤف، التوقیف علی مہمات التعاریف: ۱/ ۷۵، فصل العین، دارالفکر المعاصر۔ بیروت، طبع ۱۴۱۰ھ۔

[5] : علوم الحدیث۔ ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر ص ۸۹۱، ۸۹۰ مکتبہ نشریات اردو بازار لاہور سن اشاعت ۲۰۰٦۔

[6] : اسلامی مذاہب، ڈاکٹر ابو زہرہ مصری۔ ص ۲۱۴ طبع سوم ملک سنز تاجران کتب فیصل آباد۔

[7] : علوم الحدیث۔ ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر، ص ۸۸۱ ۔

[8] : الفرق بین الفرق، عبد القاہر بن طاہر بغدادی۔ ص ۹۴۔ دار المعرفت بیروت۔

[9] : المعتزلہ ماضی اور حال کے آئینے میں، ڈاکٹر طارق عبد الحلیم، ص، ۱۷، سن اشاعت ۱۹۸٦۔

[10] : اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۲۱ ص ۳۲۴ پنجاب یونیورسٹی لاہور۔ ۲۰۰۱ء۔

[11] : تاریخِ معتزلہ، حسن جار اللہ زہری۔ ص ۱۱۲-۱۱۴ دار الکتاب العربی بیروت۔

[12] : ابو الحسن الاشعری، علی بن اسماعیل، مقالات الاسلامیین: ج ۱، ص ۱۵۵، باب: شرح قول المعتزلة في التوحيد وغيره۔ داراحیاء التراث العربی۔ بیروت، طبع ثالث۔

[13] : تاریخ تفسیر ومفسرین (اردو) پروفیسر غلام احمد حریری۔ ص:۳٦۹۔

[14] : المعتزلہ ماضی اور حال کے آئینے میں، ڈاکٹر طارق عبد الحلیم، ص ۲۸۔

[15] : علوم الحدیث۔ ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر ص ۸۸۷۔

[16] : ایضاً، ص ۸۸۸۔

[17] : ایضاً۔

[18] : تاریخ تفسیر ومفسرین، پروفیسر غلام احمد حریری۔ ص: ۳۷۱۔

[19] : المعتزلہ ماضی اور حال کے آئینے میں، ڈاکٹر طارق عبد الحلیم، ص ۳۸۔

[20] : الکشاف، جار اللہ زمخشری (۵۳۸ھ) دار الکتاب العربی بیروت سنہ ۱۴۰۷ھ ۔ج، ۴، ص ۴۴۵۔

[21] : ایضاً۔ جلد ۴ ص ۴۴٦۔

[22] : ایضاً جلد ۳ ص ٦۳ ۔

[23] : ایضاً جلد ۴۔ ص۔ ۱۰۵۔

[24] : ایضاً جلد ۱ ص۔ ۲۹۹

[25] : ایضاً جلد ۳ ص۔ ۵۲

[26] : المعتزلہ ماضی اور حال کے آئینے میں، ڈاکٹر طارق عبد الحلیم، ص ۳۸۔

[27] : الکشاف، جار اللہ زمخشری، جلد ۴ ص۔ ٦٦۲۔

[28] : ایضاً جلد ۱ ص ۵۹۰

[29] : تفسیر قرطبی جلد ٦ ص ۱۸۔ طبع نامعلوم۔

[30] : الکشاف، جار اللہ زمخشری، جلد ۱ ص۔ ۵۹۰۔

[31]: اسلامی مذاہب، ڈاکٹر ابو زہرہ مصری۔ ص ۲۱۹۔
[32]: المعتزلہ ماضی اور حال کے آئینے میں، ڈاکٹر طارق عبد الحلیم۔ ص ۲۹۔
[33]: ایضاً ص ۳۰، ۲۹۔
[34]: ایضاً ص۔ ۳۳
[35]: جار اللہ الزمخشری، محمود بن عمر، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون الأقاویل فی وجوہ التأویل: ج ۲، ص ۱۷۶۔ دار الکتاب العربی۔ بیروت طبع ۱۴۰۷ھ۔
[36]: جار اللہ زمخشری، تفسیر کشاف: ج ۴، ص ۸۲۲۔
[37]: ایضاً: ج ۴، ص ۷۸۵۔
[38]: اسلامی مذاہب، ڈاکٹر ابو زہرہ مصری۔ ص ۲۲۱۔
[39]: ایضاً: ص ۷۸۔
[40]: المعتزلہ ماضی اور حال کے آئینے میں، ڈاکٹر طارق عبد الحلیم، ص ۲۶۔
[41]: ایضاً: ص ۳۸۔

مصادر و مراجع

* ابو زہرہ مصری، ڈاکٹر۔ اسلامی مذاہب طبع سوم، ملک سنز تاجرانِ کتب فیصل آباد۔
* ابنِ تیمیہؒ امام، مقدمہ فی اصول التفسیر۔www.mishkat.com۔
* اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔ ۲۰۰۱ء۔
* بغدادی، عبد القاہر بن طاہر، الفرق بین الفرق۔ طبع سوم ۱۴۲۱ھ۔ دار الاحیاء التراث العربی بیروت۔
* حریری، غلام احمد پروفیسر، تاریخ تفسیر و مفسرین۔ ملک سنز تاجرانِ کتب فیصل آباد۔
* زمخشری، محمود جار اللہ، الکشاف دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۷ھ۔
* زہری، حسن جار اللہ، تاریخ معتزلہ دار الکتاب العربی بیروت۔
* طارق عبد الحلیم ڈاکٹر، المعتزلہ ماضی اور حال کے آئینے میں۔ ۱۹۸۶ء۔ www.kitabosuunt.com.
* طبری، محمد بن جریر، تاریخ طبری۔www.mishkat.com۔
* غازی، محمود احمد ڈاکٹر۔ محاضراتِ قرآنی ۲۰۰۴ء۔